بقیہ : تحریک نفاذ شریعت

اوراس کے مفید اور مثبت پہلوؤں سے صدر کو آگاہ کیا اوران کی منت سماجت کی کہ چند روز بعد بھی یہ اقدام اٹھایا جا سکتا ہے۔

بہر حال یہ ایک اتمامِ حجت تھا جس کا صدر پر واضح کر دینا ضروری تھا تاہم قوم کے سنجیدہ، دینی اور باشعور طبقے نے اس سوال کا تشفی بخش جواب تاہنوز نہیں پایا کہ جب بینظیر کی حکومت کے بیس ۲۰ ماہ کا ہر ہفتہ اتنا سنگین، تاریک اور بھیانک تھا کہ صدر کے اس کے برطرف کر دینے کے اقدام کو ہر لحاظ سے جائز، ضروری اور برموقع قرار دیا جاتا مگر شریعت بل قومی اسمبلی میں زیرِ بحث آنے سے محض چند گھنٹے قبل کا وقت اس کے لیے کیوں منتخب کیا گیا ؟ ہمیں یہ دریافت کرنے کا پورا حق حاصل ہے کہ :-

جنابِ صدر! آپ نے یہ قدم اُس وقت کیوں نہ اٹھایا جب بے نظیر حکومت کی لسانی تعصب پر مبنی سیاسی کارروائیوں سے سندھ میں خون کی ندیاں بہہ رہی تھیں، محض زبان کے اختلاف کی وجہ سے لوگوں کے بھرے پڑے گھر لوٹے جا رہے تھے، تحریک عدم اعتماد کے موقع پر بقول آپ کے "جمعہ بازار" لگا ہوا تھا، قومی اسمبلی سمیت صوبائی اسمبلیوں کے ممبر گاجر مولی کی طرح بک رہے تھے، حد درجہ بیدردی، بے رحمی اور مالِ غنیمت کی طرح قومی خزانہ کو لُوٹا جا رہا تھا، پھر سندھ میں صرف ایک بار نہیں بار بار روح فرسا اور خوفناک مناظر پوری قوم نے دیکھے اور ہر بار مظلوم اور خوفزدہ عوام بڑی امیدوں اور توقعات کے ساتھ آپ کی طرف دیکھتے رہے لیکن انہیں ہر بار مایوس کیا جاتا رہا۔

مگر اب جبکہ حالات خاصے پُرسکون تھے اور شریعت بل کے مسئلہ پر پوری قوم متفق اور متحد ہو چکی تھی جبکہ پیپلز پارٹی تنہا رہ گئی تھی اور بظاہر یقین ہونے لگا تھا کہ اس معاملے کے قومی اسمبلی میں جانے کے بعد پاکستان میں قرآن و سنت کے نفاذ کی منزل قریب آجائے گی اور اس کی مخالفت میں بے نظیر حکومت کی تمام تر کوششیں رائیگاں جائیں گی جو اس کے قطعی زوال اور نئے اسلامی انقلاب کا پیش خیمہ ثابت ہوگا۔ مگر اجلاس سے چند لمحہ قبل صدر نے یہ بساط لپیٹ کر شریعت بل کی منظوری اور قطعی کامیابی کے واضح اور روشن امکانات کو ختم کر دیا۔ لہٰذا اس امکان کو رد نہیں کیا جا سکتا کہ یہ بھی غیر ملکی اشارہ تھا، اسلئے کہ امریکہ بہادر کو دنیا کے کسی بھی خطہ میں نظامِ شریعت کی بالادستی اور تنفیذ و ترویج ایک نظر بھی نہیں بھاتی۔

بہر صورت پس منظر جو کچھ بھی ہو اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ شریعت بل بے نظیر کے ایوانِ حکومت میں آخری کیل ثابت ہوا ـــــ اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ شریعت بل سے جن قوتوں، سیاسی لیڈروں، حکمرانوں اور بعض قد آور شخصیتوں نے ٹکر لی، اس کی مخالفت اور مزاحمت میں کوئی باک محسوس نہ کی اور اس کی منظوری اور نفاذ میں رکاوٹ بنے یا رکاوٹیں کھڑی کیں اُن سب کا (کسی کی تعیین اور نام لینے کی ضرورت نہیں) بالآخر وہی انجام ہوا جو امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مکتوب شریف پھاڑنے والے ایرانی شہنشاہ خسرو پرویز سے لیکر مسٹر بھٹو اور مسز بے نظیر بھٹو کا ہوتا آیا ہے۔

چنانچہ مولانا سمیع الحق مدظلہٗ اور تحریک نفاذِ شریعت کے دیگر راہنماؤں نے اس حقیقت کو بھی انقلاب کے دوسرے روز صدر غلام اسحٰق خان اور وزیر اعظم غلام مصطفٰے جتوئی سے ملاقات کر کے ان پر روزِ روشن کی طرح واضح کر دیا اور شریعت بل کے آئینی اور دستوری حل کے سلسلہ میں مؤثر کردار ادا کرنے کی ذمہ داریوں سے انہیں آگاہ کیا۔

لہٰذا اس موقع پر ہم یہ واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ صدر پاکستان اور عبوری حکومت کے اہداف اور ترجیحات خواہ کچھ بھی ہوں، صدر کا کردار جمہوری اعتبار سے کتنا ہی منصفانہ کیوں نہ ہو، احتساب کا عمل صاف ستھرا عدل پر مبنی، جامع اور ہمہ گیر کیوں نہ ہو، انتخابات کے انعقاد اور اس سلسلہ کی مساعی جس قدر بھی اچھی اور ہر لحاظ سے تیر بہدف کیوں نہ ہوں، قوم اور اسلامیانِ پاکستان کو صدر سمیت عبوری حکومت سے "شریعت بل" کے نفاذ، اس کے آئینی تحفظ اور مستقبل میں اس کے ہر لحاظ سے تنفیذ و استحکام اور مکمل ترویج کے سلسلہ میں مؤثر اور جرأتمندانہ مؤقف اور ایک سچے مسلمان کی طرح مخلصانہ کردار مطلوب تھا۔

مگر گذشتہ پانچ سالہ دور کے شریعت بل کے مخالفانہ کردار اور اللہ تعالیٰ کی گرفت و انذار سے اب بھی کوئی عبرت اور سبق حاصل نہ کیا گیا اور شاہی محلات کے بائیں طرف اپنے پیشروؤں کے عبرت آموز کھنڈرات پر نظر کرنے کے بجائے تخت و تاج، لشکر و سپاہ اور حکومت و اقتدار کے نشے میں وہی خوابِ غفلت، شریعتِ مطہرہ سے بے اعتنائی، خدا سے بغاوت، منافقت اور سستی کا مظاہرہ کیا جاتا رہا تو اپنے لیے بھی اسی طرح کے انجام کے لیے تیار رہنے کا سوچ لیا جائے۔

اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت

بالآخر ۱۹۹۰ء میں پھر انتخابات ہوئے، اسلامی جمہوری اتحاد برسرِ اقتدار آیا، نومنتخب وزیر اعظم جناب محمد نواز شریف نے اپنی اوّلین نشری تقریر میں خوش آئند وعدے کیے، نئی حکومت نے بھی اپنی کارکردگی محض سنہری تخیلات اور "خوش آئند وعدوں" تک محدود رکھی۔ حالانکہ نئی حکومت کو تو اپنی کارکردگی کا آغاز شریعت بل کی منظوری کے مبارک فیصلے سے کرنا چاہیئے تھا جس کی منظوری ایوانِ بالا پہلے سے دے چکا تھا اور آل پارٹیز شریعت کانفرنس میں مسلم لیگ سمیت ملک کی تمام چھوٹی بڑی سیاسی اور دینی جماعتیں بھرپور حمایت کا اعلان کر چکی تھیں۔ اور اگر حقیقی تجزیہ کیا جائے تو شریعت بل ہی سابقہ حکومت کے جبر و استبداد کے ایوان میں آخری کیل ثابت ہوا۔ اگر حکومت شریعت بل کی منظوری کا فیصلہ

کرلیتی تو اس حسنِ آغاز سے حکومت کے اخلاص پر لوگوں کا اعتماد مستحکم ہوتا اور نفاذِ اسلام کے آئندہ مراحل میں اسے اللہ کی تائید و نصرت اور عوام کی بھرپور حمایت حاصل رہتی۔ مگر قوم کی آس کو یاس میں بدل دیا گیا نئی حکومت نے بھی نفاذِ شریعت اور ملکی استحکام کے اہم ترین اہداف کو صرف عہد و پیمان کی تجدید تک محدود رکھا۔

مولانا سمیع الحق کا دوبارہ سینٹ کا ممبر منتخب ہونا

تحریک نفاذِ شریعت

اور شریعت بل کی پیشرفت کا اہم اور نازک ترین مرحلہ ۱۴ مارچ ۱۹۹۱ء کو ایوان بالا (سینٹ) کے انتخاب کے لیے دوبارہ اکابر علماء و مشائخ کے مشورے اور جماعتی فیصلے کے مطابق محرکِ شریعت بل مولانا سمیع الحق نے الیکشن لڑنا تھا۔ پاکستان سمیت تمام عالمِ اسلام کی نگاہیں اس پر لگی ہوئی تھیں، جمہور مسلمانوں کے دل کی دھڑکن، ضمیر کی آواز، آنکھوں کا نور، نبض کی رفتار، سرمایۂ حیات اور دعاؤں کا ہدف یہی رہا۔ کتنے علماء، مشائخ اور سادہ دل صالحین تھے جنہوں نے خصوصیت سے فکر و ذکر اور دعاؤں کا اہتمام کیا۔

سب جانتے ہیں کہ پاکستان کی آبرو، نفاذِ شریعت کے خوابوں کی تعبیر اور اہلِ پاکستان کی ۴۳ سالہ جدوجہد کا قطعی ثمرہ، سینٹ میں شریعت بل پیش کرنے، ۵ سالہ صعب ترین مساعی کے بعد سینٹ سے منظور کرا لینے اور ملک میں تحریک نفاذِ شریعت چلانے کی صورت میں ظاہر ہوتا رہا، اور اب شریعت بل اور اس کی تحریک کے محرک کی دوبارہ کامیابی ملک میں شریعتِ الٰہی کا نور بن کر نمودار ہوگی۔

چنانچہ اللہ کریم نے اہلِ دل کی دعاؤں اور اہلِ اسلام کی دلی تمناؤں اور شریعتِ مطہرہ کی مخلصانہ خدمت کے صدقے مولانا سمیع الحق کو دوسری مرتبہ سینٹ کا ممبر منتخب ہونے کے اعزاز اور کامیابی سے سرفراز فرمایا — والحمد للہ علیٰ ذٰلک حمداً کثیراً۔

نفاذِ شریعت کا ہدف لے کر کام کرنا اور اس پر ثابت قدم ہو جانا، اور اس کے راستے کو اختیار کرنے کے بعد اس سے منحرف نہ ہونا بجائے خود وہ بنیادی نیکی اور عظیم کامیابی ہے جو آدمی کو فرشتوں کا دوست اور جنت کا مستحق بنا دیتی ہے مگر اس سے آگے کا درجہ جس سے زیادہ بلند کوئی درجہ انسان کے لیے نہیں، یہ ہے کہ شریعت کی تعلیم و تدریس، تبلیغ و ترویج کے ساتھ ساتھ اس کے مکمل نفاذ کے لیے دوسروں کو دعوت دے اور شدید مخالفت کے ماحول میں بھی جہاں اسلام کا اعلان و اظہار کرنا اپنے اوپر مصیبتوں کو دعوت دینا ہو ڈٹ کر اپنے اسلام، نظامِ شریعت اور نفاذِ دین کے مشن کی تکمیل کے لیے تن من دھن کی بازی لگا کر بھرپور کوششیں کرتا ہے۔ ہمیں وہ وقت بھی یاد ہے جب مسلمانوں کے ملک پاکستان میں شریعت بل کا نام لینا اور نفاذِ شریعت کی تحریک کے لیے کام کرنا گویا درندوں کے جنگل میں قدم رکھ دینے کے مترادف تھا، جہاں ہر ایک اسے پھاڑ کھانے کو دوڑتا نظر آ رہا تھا۔ اور اس سے آگے بڑھ کر شریعت بل کے مکمل قانونی اور دستوری تحفظ کے لیے پارلیمانی اور سیاسی کام کا آغاز کر کے فضا ہموار کرنے کا کام شروع کر دیا گیا تو یوں محسوس ہوتا تھا کہ ہم نے درندوں کو پکارا کہ آؤ اور ہمیں بھنبھوڑ ڈالو۔

اُس وقت صورتحال یہ تھی کہ شریعت بل کی تحریک کا مقابلہ انتہائی ہٹ دھرمی اور سخت جارحانہ مخالفت سے کیا جا رہا تھا۔ حکمرانوں سمیت بہت سے سیاستدانوں نے بھی اخلاق، شرافت، صداقت، انسانیت اور حیلہ و حمیت کی ساری حدیں توڑ ڈالی تھیں، محرکینِ شریعت بل کے خلاف ہر قسم کے جھوٹ تصنیف کرنا اور ان کو بدنام کرنے کے تمام شیطانی ہتھکنڈے استعمال کرنا کارِ ثواب تصور کیا گیا تھا، اُس وقت ملک کی تمام تر سیاسی فضا ظلم و تشدد سے بھری ہوئی اور عناد و مخالفت سے لبریز تھی۔

ایسے حالات میں صبر اور ضبط و تحمل، حکمت و دُور اندیشی اور خالصتاً حق کی بالادستی کا کام وہی جماعت اور وہی اہلِ حق کر سکتے ہیں جو ٹھنڈے دل سے حق کی سربلندی کے لیے کام کرنے کا پختہ عزم کر چکے ہوں، جنہوں نے پوری طرح اپنے نفوس کو عقل و شعور کے تابع کر لیا ہو اور جن کے اندر نیکی و راستی ایسی گہری جڑیں پکڑ چکی ہو کہ مخالفین کی کوئی شرارت و خباثت انہیں ان کے مقامِ عزیمت سے نیچے اتارنے میں کامیاب نہ ہو سکتی ہو۔

چنانچہ مولانا سمیع الحق اور اُن کے رفقاء نے بڑے عزم، بڑے حوصلے، بڑی قوتِ برداشت، حزم و احتیاط اور حکمت و تدبیر سے گذشتہ کئی سالوں سے ان باطل پرست اشرار کے مقابلے میں نفاذِ شریعت اور حق کے غلبہ کی خاطر مسلسل جنگ لڑی، جنہوں نے اخلاقی حدود کو پھاند جانے میں کوئی تامل نہ کیا، جو ہر موڑ پر اہلِ حق کے مقابلے میں طاقت و اختیارات اور سیاسی اور عوامی قوت کے نشے میں بدمست ہو رہے تھے۔

مگر یہ ایک حقیقت ہے کہ نیکی و بدی اور حق و باطل یکساں نہیں ہیں۔ بظاہر نیکی اور حق کے مخالفین بدی اور عداوت کا کیسا ہی طوفان اٹھا لائے ہوں جس کے مقابلے میں حق بالکل عاجز اور بے بس محسوس ہوتا ہو لیکن باطل بجائے خود اپنے اندر وہ کمزوری رکھتا ہے جو آخر کار خود اہلِ باطل کو بٹھا دیتا ہے۔

چنانچہ شریعت بل کے سلسلہ میں قدرت کا یہی معاملہ رہا کہ اہلِ باطل کے مقابلہ میں وہی حق اور حق پرستوں کی چھوٹی سی جماعت جسے بالکل عاجز اور بے بس اور تنہا بنا دیا گیا تھا مسلسل کام کرتی رہی اور آخر کار غالب رہی۔ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيرَةً بِإِذْنِ اللَّهِ۔ (الآیۃ)

چنانچہ آج الحمد للہ! باطل اور بدی کے تمام ساتھی اور خود اس کے علمبردار تک اپنے دلوں میں یہ جانتے ہیں کہ وہ شریعت بل کے معاملے میں جھوٹے اور اپنی اغراض کے لیے ہٹ دھرمی کرتے رہے ہیں۔

اور اب صورتحال یہ ہے کہ شریعت بل کی حمایت کیے بغیر ملک کی کسی بھی سیاسی جماعت اور کسی بھی سیاست دان کو اپنے مستقبل کا سیاسی وجود اور وقار محفوظ نظر نہیں آتا۔

چنانچہ سینٹ کے الیکشن میں بھی بڑے بڑے جغادری، یہودیوں اور سامیوں کے وفادار اور بعض اہم سیاسی قوتیں شریعت بل کی حمایت میں مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے بھی پس پردہ محرک شریعت بل کو ناکام بنانے میں اپنے مقدور بھر کسی بھی مخالفت و مزاحمت اور ممکنہ حربے کے استعمال اور بھرپور وار کر گذرنے سے نہیں چوکے، کیونکہ انہیں یقین تھا کہ مولانا کی کامیابی سے شریعت بل کی منظوری اور مکمل نفاذ کی منزل قریب ہوگی اور اسی سے شیاطین الانس و جن کے ایوانوں میں لرزہ آجائے گا اور ساری ابلیسی سرشت تنظیموں اور شیطانی قوتوں کی جدوجہد کا ہدف اور آرزو یہی ہے کہ

ہو نہ جائے آشکارا شرع پیغمبر کہیں

الحذر آئین پیغمبر سے سو بار الحذر ــ حافظ ناموس زن، مرد آزما، مرد آفریں
موت کا پیغام ہر نوع غلامی کے لیے ــ نے کوئی فغفور و خاقاں نے فقیر رہ نشیں
کرتا ہے دولت کو ہر آلودگی سے پاک صاف ــ منعموں کو مال و دولت کا بناتا ہے امیں
اس سے بڑھ کر اور کیا فکر و نظر کا انقلاب
بادشاہوں کی نہیں اللہ کی ہے یہ زمیں

مگر شیطنت اور مکر و فریب کے ہر داؤ پیچ کے باوجود بھی وَقَدْ مَكَرُوا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللَّهِ مَكْرُهُمْ وَإِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُولَ مِنْهُ الْجِبَالُ کا قدرتی منظر سامنے رہا اور فیاض ازل کی نصرتیں لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی صورت میں جلوہ گر ہوئیں اور ایک دنیا حیرت زدہ ہو کر رہ گئی اور جب اخلاص پر مبنی قافلۂ حق پھر اپنی منزل پر مزید آگے بڑھے گا تو مملکت پاکستان سمیت پوری دنیا میں اسلامی معاشرہ اور نفاذ شریعت کا عظیم انقلاب رونما ہو کر رہے گا۔ وَمَا ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ بِعَزِيزٍ

مولانا کی کامیابی تحریک نفاذ شریعت کی پیش رفت کا نیا باب اور اہل حق کی فتح مندی کی نیک فال تھا۔ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت بظاہر حکومت کے خوش آئند وعدے، سیاسی جماعتوں کی بظاہر حمایت اور زیر لب اپنی سابقہ مخالفتوں پر اظہار ندامت اور محرک شریعت بل کی پھر سے اقتدار کے ایوانوں اور سیاست کے میدانوں میں ولولۂ حق سے بھرپور گھن گرج ایسے قرائن تھے جن سے شریعت بل کی دونوں ایوانوں میں منظوری اور مکمل نفاذ کی توقع کی جاسکتی تھی کہ ـــــ اب پھر سے یہ تحریک نئے عزم اور عظیم جذبوں کے ساتھ آگے بڑھے گی اور ملک میں نفاذ شریعت کے عظیم مقصد پر منتج ہوگی۔

سرکاری شریعت بل

مگر عجیب تر بلکہ خدا کے غضب کو بھڑکانے والی بات یہ ہوئی کہ اسلام کے نام پر حکومت کی باگ ڈور سنبھال لینے، اسلامی جمہوری اتحاد کے منشور میں نفاذ شریعت کا وعدہ کر لینے، پھر "بینظیر" کے دور میں مولانا سمیع الحق کی تحریک پر سینٹ میں شریعت بل کی حمایت میں ووٹ دے کر اسے متفقہ طور پر سینٹ سے منظور کرا لینے اور اب دن رات اسلام اسلام کا ورد کرنے والے یہ حکمران قوم کے متفقہ شریعت بل کے نفاذ کے مطالبے کا خیر مقدم کرنے کے بجائے اس کی راہ روکنے، اسے محرّف کرنے اور ڈائنامیٹ کر دینے کے لیے نہ صرف یہ کہ قسم قسم کے حیلے بہانے، تجاویز اور عذرات ہی پیش کرتے رہے بلکہ ان میں کئی حضرات اور بعض فیصلہ کن حیثیت کے مالک بزرگ دھڑلے سے یہ کہتے رہے ہیں کہ "سینٹ سے متفقہ طور پر منظور شدہ شریعت بل کو نہیں مانیں گے کہ یہ ایک مکتب فکر یا ایک جماعت کا بل ہے"۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

"دزدے چہ دلاور است کہ بکف چراغ دارد"، ملک کے سب سے بڑے اور نمائندہ جمہوری ادارے ایوان بالا سینٹ کا اسے متفقہ طور پر منظور کر دینے اور ملک کی تمام قابل ذکر ۹ دینی و سیاسی جماعتوں کا اسی پر اتفاق ہو جانے کے باوجود بھی اسے فرد واحد کا بل قرار دینا سورج کی موجودگی میں دن کا انکار نہیں تو اور کیا ہے؟

جناب وزیر اعظم صاحب اپنی پہلی نشری تقریر میں قرآن وسنت کو سپریم لاء قرار دینے اور اس سلسلہ میں آئین میں ترمیم کر دینے کے وعدے کے باوجود عملی قدم نہ اٹھاسکے، شریعت بل کو قومی اسمبلی میں پیش کر کے منظور کرانے کا مژدہ سنایا مگر عملاً اصل شریعت بل کو توڑ مروڑ کر بے روح اور محرّف کر کے قومی اسمبلی میں پیش کر دیا اور پھر اسی روز اسے کمیٹیوں کے حوالے کر کے سرد خانے میں ڈال دیا۔

محرکین شریعت بل سمیت ملک کی تمام قابل ذکر دینی و سیاسی جماعتوں نے سرکاری شریعت بل کو مسترد کر دیا اور اسے قوم و ملت، ملک کی نظریاتی اساس اور انتخابی وعدوں اور جمہوری اتحاد کے منشور سے غداری قرار دیا۔

عذر یہ تراشا جاتا رہا کہ متفقہ شریعت بل ملک کے دستور اور عدالتی نظام سے متصادم تھا۔ مگر ملک کے ایوان بالا کی متفقہ منظوری کے بعد موجودہ حکمرانوں کی یہ بات "عذر گناہ بدتر از گناہ" کے قبیل سے تھی ـــــ پھر ہم وزیر اعظم سمیت حکومت کے ذمہ داروں سے پوچھتے ہیں کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے وہ ہمیں بتائیں کہ اگر آپ کا کوئی قانون و دستور یا عدالتی نظام خدا کی کتاب یا اس کے رسولؐ کی سنت سے ٹکراتا ہے تو آپ اس کو خدا اور رسولؐ کی تعلیمات و احکام کے مطابق تبدیل کرنے کے مکلف ہیں یا خدا اور رسولؐ کے احکام کو اپنے گھڑے ہوئے اور کافر قوموں کی تقلید پر مبنی قاعدوں اور ضابطوں کے مطابق تبدیل کرنے کے؟

جب آپ کے ملک کی اس مقتدر اور حقیقی با اختیار دستور ساز اسمبلی کا فیصلہ یہ ہے کہ یہاں کے تمام قوانین اور آزادی و جمہوریت غیر محدود نہیں بلکہ پابند شریعت ہے تو بعد کی کسی اسمبلی، حکومت یا ادارے کو ان حدود سے باہر جانے کا اختیار کہاں سے اور کیسے حاصل ہو جائے گا؟

ایک مسلمان کی حیثیت سے اللہ تعالیٰ کو حاکمِ اعلیٰ (ساورن) ماننے اور اولین مقتدر دستور ساز اسمبلی کے فیصلے سے تجاوز اور اس کے فیصلے کے ماننے سے انکار اور خود اسلامی جمہوری اتحاد کے منشور اور انتخابی وعدوں اور وزیر اعظم کی اپنی نشری تقریر تک سے انحراف، مقاصدِ پاکستان، اخلاق و شرافت اور انسانی و اخلاقی اقدار سے صریح بغاوت کے مترادف ہے۔

عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو ہمارے حکمران قانون کی حکمرانی اور برتری پر زور دیتے رہے اور دوسری طرف اپنی مرغوبِ نفس خواہشات کو پوری قوم پر مسلط کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ یہ لوگ بتائیں کہ شریعتِ الٰہیہ کو نافذ کیے بغیر بھی کوئی دوسرا طریقہ دنیا میں واقعی قانون کی حکمرانی اور بالاتری قائم کرنے کا ہے؟ — دنیا کے جتنے بھی دوسرے طریقے ہیں وہ تو کسی شخص، گروہ یا طبقے کی مرضی ہی کو لوگوں پر مسلط کرنے کے لیے ہیں کیونکہ غالب شخص، گروہ اور طبقہ جب چاہے قانون کی ناک مروڑ کر اسے اپنی مرضی کے مطابق کروا سکتا ہے۔

مگر یاد رہے کہ نظامِ شریعت (بصورت متفقہ شریعت بل) خدا کا قانون ہی ہے جو اٹل، بے لاگ اور سب انسانوں کے لیے یکساں منصفانہ اور ان کی دست برد سے بالاتر ہے کیونکہ سب انسان مل کر بھی اسے تبدیل نہیں کر سکتے۔

آخر جو احکام صاف الفاظ میں ہمارے خالق و مالک نے اپنی کتاب میں اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی تعلیمات میں بغیر کسی ابہام کے بیان کر دیے ہیں، ان میں تحریف و تبدیلی یا ساقط کون اور کس اتھارٹی سے کرے؟ لہٰذا حکومت کے لیے ہر وہ اقدام جو شریعت بل میں تحریف و تبدیل اور تاخیر و تنسیخ پر منتج ہو جمہوری، اسلامی اور اخلاقی طور پر ممنوع اور ہر لحاظ سے مذموم ہے۔

الغرض شریعت بل نہرِ طالوت کی طرح اس دور میں ابتلاء اور آزمائش کا مسلسل ذریعہ بن رہا ہے۔ بہت سے دین اور شریعت کے نام پر زندگی کا کاروبار چلانے والے، کتنے طالع آزما سیاست دان، کتنے مفاد پرست اور ابن الوقت حکمران، کتنے لادینیت کے علمبردار اس آزمائش سے اپنی اصل صورت میں ظاہر ہوئے اور ان کی قلعی کھل گئی۔ شریعت بل ایک کسوٹی ہے جس نے کھرے اور کھوٹے کو الگ کر دیا اور تاریخ یہ سب کچھ محفوظ کر رہی ہے۔

اگر اس کے باوجود بھی کسی کی دیدۂ عبرت وا نہیں ہوتی تو خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں دیر ہے اندھیر نہیں، پیشروؤں کے انجام پر بھی نظر رکھنی چاہیے ؎

ہم نے دیکھا ہے وہ بت ٹوٹ کے جاتے ہیں
جن میں ہو جاتا ہے اندازِ خدائی پیدا

سرکاری شریعت بل اور علماء حق کا موقف

بالآخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا سینیٹ کے پاس کردہ متفقہ شریعت بل کے مقابلہ میں سرکاری شریعت بل لایا گیا۔ اس شریعت بل کے قومی اسمبلی میں منظور ہونے کے بعد سینیٹ میں پھر سے زیر بحث آنے سے وہ پورے ملک میں بحث و نظر کا موضوع بن گیا کچھ عناصر تو صرف مخالفت برائے مخالفت کا شوق پورا کر رہے تھے اور واہی تباہی بکتے رہے کچھ عناصر سنجیدگی سے اس کا جائزہ لے کر مفید اور متفقہ نکات کی حمایت و تحسین کر کے اس کی خامیوں اور کوتاہیوں کی نشاندہی کرتے رہے۔ اقتدار پرست طبقہ (جن میں سے اکثریت کو فی الحقیقت نفاذِ شریعت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی) محض وزیر اعظم کی "گڈ بک" میں اپنا نام درج کرانے کے لیے اس کی تعریف میں بے سرو پا قلابے ملاتا رہا اور ملا رہا ہے۔

مجموعی طور پر سرکاری شریعت بل کی منظوری کی ویسی پذیرائی نہیں ہوتی جیسا کہ واقعیت اس کی متقاضی تھی یا خود وزیر اعظم اس کی توقع کرتے ہوں گے۔ گرم جوشی کے بجائے سرد مہری نمایاں ہونے کے متعدد اسباب تھے۔

اوّل تو یہ کہ خود حکومت نے سینیٹ سے منظور شدہ متفقہ شریعت بل کا حلیہ بگاڑ کر جو "شریعت بل" پیش کیا اس سے تمام امیدوں اور توقعات پر پانی پھر گیا۔

دوم یہ کہ شریعت بل، شریعت آرڈیننس، نواں ترمیمی بل اور سینیٹ کے منظور کردہ متفقہ شریعت بل کے ساتھ ماضی میں حکمرانوں کا جو رویہ رہا وہ قطعاً مخالفانہ اور بعض حالات میں معاندانہ تھا۔

سوم یہ کہ صدر ضیاء الحق مرحوم کے دور میں ہوم ورک اور معاشی سطح پر اہم انقلابی اقدامات کے بغیر نفاذِ اسلام کے جو تجربات ہوتے رہے ان کے ثمرات سماجی سطح پر حاصل نہیں ہوتے بلکہ بعض صورتوں میں ان تجربات کے نتائج مسخ ہو کر بڑی مکروہ صورت میں سامنے آتے جس سے عمومی مایوسی پھیلی۔

اس عمومی مایوسی اور پھر حکومت کے متفقہ شریعت بل سے انحراف اور دینی قوتوں کی بے اعتمادی و اختلاف کے پس منظر میں موجودہ شریعت بل کے ضمن میں گرم جوشی کا فقدان بالکل فطری بات تھی۔

وزیر اعظم سمیت اربابِ حکومت اور اہلِ سیاست کا امتحان قانون سازی کا نہیں قانون کے مؤثر نفاذ کا تھا۔ قانون انسدادی اور امتناعی ہو یا حقوق کے تحفظ و تعین سے متعلق، نظامِ شریعت کے تمام تر اصول و فروع کی آئینی منظوری کیوں نہ ہو، جب تک اس کے محسوس نتائج معاشرے میں نگاہوں کے سامنے نہ آئیں تو قانون کی حیثیت ردی کے ایک پرزے سے زیادہ نہیں رہتی۔

پھر منافقانہ تضادات، دینی قوتوں کے زبردست دباؤ سے قبل متفقہ شریعت بل میں فحش تحریفات اور عملی اقدامات کے بارے میں شک و شبہ کی فضا میں نفاذِ اسلام کے دعوؤں سے مایوسی کے سوا کسی دوسری کیفیت کا اظہار ممکن بھی نہیں تھا ——— مثلاً شریعت بل کی منظوری اور قال اللہ و قال الرسول ﷺ کے ساتھ ساتھ پی ٹی وی اور ریڈیو پر فواحش و منکرات کا کھلا ابلاغ وہ تضادات ہیں جس سے بننے والی فضا میں نفاذِ اسلام کا دعویٰ

منافقت کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ آخر لوگ یہ پوچھنے میں حق بجانب ہیں کہ اسمبلی سے شریعت بل کی منظوری کے باوصف وزیر اعظم ٹی وی کی مختصر سی سکرین پر اسلام نافذ نہیں کر سکتے تو پورے ملک میں کیسے نافذ کریں گے؟

مگر اس سب کچھ کے باوجود علماء حق اور مولانا سمیع الحق کا موقف یہ تھا کہ ملک میں نفاذ شریعت کی خواہاں تمام دینی قوتوں کے اتحاد کی طرح تمام زعماء قوم کو استرادی نہیں، اصلاحی طرز عمل اختیار کرنا چاہیئے، محض منفی رویّہ کے نتائج خود ان کے اور شریعت کے حق میں مفید نہ ہوں گے، انہیں مثبت اور بھرپور اصلاحی رویّہ اختیار کر کے اس سلسلہ میں مزید پیش رفت کی راہ ہموار کرنی چاہیئے۔

* *

کروڑوں عوام کے نمائندہ جمہوری ادارے میں صرف قائدِ جمعیۃ مولانا سمیع الحق نے ہی سرکاری شریعت بل میں ترامیم پیش کرکے اظہارِ حق اور اتمامِ حُجّت کا فریضہ سرانجام دیا

وزیرِ اعظم اور وزیرِ قانون نے قائدِ جمعیۃ کی ترامیم کو آئندہ قانون سازی میں سمو لینے کا عہد سینیٹ کی کاروائی میں ریکارڈ کرایا

مولانا سمیع الحق کی پیش کردہ ترامیم سے گنجلک صورتحال، شریعت بل کی پانچ سالہ جدوجہد کے ڈائنامیٹ ہونے کا اندیشہ

اسلام دشمن عناصر کی گھناؤنی سازشیں اور مسرّتیں ۰ قائدِ جمعیۃ کا حزم و احتیاط

حکمت و تدبیر اور دینی بصیرت پر مبنی انقلابی اور دُور رس نتائج پر مبنی فیصلہ

ترامیم پیش کرنے کے سلسلہ کا پس منظر اور سینٹ کے اجلاس کی مشاہداتی رپورٹ

دینی جماعتوں کے فورم میں جب مجوزہ شریعت بل میں ترامیم پیش کرنے کا مسئلہ زیر بحث آیا تو فورم میں شامل دو بڑی جماعتوں کے راہنماؤں نے ترامیم پیش ہی نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ ہم مجوزہ شریعت بل سے جزوی اختلافات کے باوجود مسئلہ مزید الجھانا نہیں چاہتے ــــ اور فورم میں شامل تیسری دینی جماعت (جے یو آئی ایف) نے تو فورم سے مشورہ کیے بغیر اسمبلی اور سینٹ سے ہی بائیکاٹ کر دیا۔

لیکن قائدِ جمعیۃ حضرت مولانا سمیع الحق مدظلہ نے اسی وقت ان تمام راہنماؤں پر واضح کر دیا کہ ہم اگرچہ بوجہ کم ہونے کے اپنی ترامیم پاس نہ بھی کرا سکیں مگر میں تو بہر حال ترامیم کے ذریعہ اپنا اختلاف ریکارڈ پر لانا ضروری سمجھتا ہوں، یا تو حکومت والے اسے مسترد کر دیں گے یا پھر مجھے اس پر آئندہ غور کرنے کی کوئی گارنٹی دیدیں گے، اب ذمہ داری حکومت کی ہوگی اور عنداللہ ہمارا فریضہ ادا ہو جائے گا۔ کسی رکنِ شوریٰ یا ممبر پارلیمنٹ کا ایک مسلمان اور عالم دین کی حیثیت سے یہی فریضہ ہوتا ہے کہ بہر صورت اتمام حجت کرتا رہے، بائیکاٹ کر کے میدان چھوڑ دینا یا خاموش رہ کر سکوت کرنا کسی بھی دینی راہنما کے فریضۂ منصبی سے کوئی مناسبت نہیں رکھتا۔

چنانچہ حضرت مولانا سمیع الحق نے ۲۷ مئی کی شام کو ۹ ترامیم پر مشتمل خاکہ شام ۶ بجے سینٹ سیکرٹریٹ میں داخل کرا دیا جو رات کے ایک بجے ممبران سینٹ کو سرکولیٹ ہو گیا

دوسرے دن صبح ساڑھے آٹھ بجے وزیرِ اعظم پاکستان جناب نواز شریف نے سینٹ کے پارلیمانی ارکان کا اجلاس بلایا تھا۔ ایک تو مولانا سمیع الحق صاحب اور وزیر اعظم پاکستان کے درمیان سرکاری شریعت بل آنے کے بعد خاموش سرد جنگ چل رہی تھی اور ان کے میٹنگوں میں شریک نہ ہونے کی صورت میں وہ خاموش احتجاج جاری رکھے ہوئے تھے ـــــ چنانچہ آپ صبح کے پارلیمانی پارٹی کے اجلاس میں نہیں گئے اور اپنا احتجاج جاری رکھا۔ ادھر وہاں اجلاس میں مولانا سمیع الحق کی عدم شرکت کا بار بار ذکر آیا اور شدت سے آپکی کمی محسوس کی گئی، جبکہ آئی جے آئی کے دیگر ارکان نے اپنی ترامیم واپس لینے کا غیر مشروط اعلان کر دیا۔ حکومت سمیت آئی جے آئی کے تمام ارکان کو اندازہ تھا کہ مولانا سمیع الحق صاحب اپنی ترامیم واپس نہیں لیں گے۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوا کہ وزیرِ اعظم نے اسی مجلس میں یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ اگر کوئی ترمیم ہم قبول کر بھی لیں تو بِل معلق ہو کر واپس قومی اسمبلی میں چلا جائے گا جبکہ موجودہ صورتحال

ہیں مولانا سمیع الحق کی ترامیم کو پارلیمنٹ کی مشترکہ کمیٹی میں آئندہ ملحوظ رکھا جائے گا اور آئندہ ہونے والی قانون سازی میں اسے کسی نہ طرح سمو دیا جائے گا۔

۱۰ بجے مولانا سمیع الحق ابھی سینٹ میں آکر اپنی سیٹ پر بیٹھے ہی تھے کہ قائد ایوان محمد علی خان ہوتی ان کے پاس آکر بیٹھ گئے اور ترامیم کی شکل میں پیش آمدہ مشکلات کا ذکر کیا اور کہا کہ آپ اپنی ترامیم واپس لے لیں تو بہتر رہے گا۔ مولانا سمیع الحق تیار نہیں ہو رہے تھے تو وہ راجہ ظفر الحق کو بھی لے آئے اور دیگر متعدد ارکان بھی مولانا سے مشورہ کے لیے اسمبلی کے چیمبر میں گئے اور ان کے سامنے یہی مشکلات رکھیں کہ اگر ترامیم مسترد کریں تو بہتر نہیں کہ آپ آئی جے آئی کے راہنما ہیں اور ہمارے ڈسپلن کے بھی خلاف ہے کہ اپنے مرکزی راہنما کی ترامیم مسترد کر دیں۔

مولانا سمیع الحق نے کہا میں معاملہ الجھانا نہیں چاہتا لیکن غیر شرعی حصوں کے خلاف ترامیم پیش کرنا میرا فریضہ تھا جو ایجنڈے پر حکومت کے سامنے آگیا ہے

اگر اس مرحلہ پر ایک شوشہ بھی کمی بیشی کریں تو بل دوبارہ اسمبلی میں جائے گا جبکہ وہاں پہلے بھی ایک بہت بڑی اکثریت بل کو پاس نہ ہونے دے گی، انہوں نے مولانا سے کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ابتدائی مراحل میں خود آئی جے آئی کے لوگوں نے اس کی کیسے مخالفت کی۔

مولانا سمیع الحق نے کہا میں معاملہ الجھانا نہیں چاہتا لیکن غیر شرعی حصوں کے خلاف ترامیم پیش کرنا میرا فریضہ تھا جو ایجنڈے پر حکومت کے سامنے آگیا ہے ــــ انہوں نے مشترکہ کمیٹی اور وزیر اعظم کے وعدے کا حوالہ دیا تو مولانا سمیع الحق نے کہا کہ پھر وزیر اعظم خود ایوان میں آکر میری ترامیم کے جواب میں یقین دہانی کرا دیں کہ آئندہ ان ترامیم کو کسی نہ کسی طرح سے قانون سازی میں لے لیا جائے گا ــــ مگر انہوں نے کہا کہ وزیر اعظم کا اس طرح پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھنا اسمبلی کی روایات کے خلاف ہے اور وزیر قانون ہی پارلیمانی امور میں وزیر اعظم کی نیابت کرتا ہے تو وزیر قانون آپ کو ایوان میں کھڑے ہو کر اس کمیٹی اور اس امر کی یقین دہانی کرا دیں گے۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ میں پھر بھی کوئی ترمیم واپس نہیں لوں گا۔ وزیر قانون کی یقین دہانی کے بعد چیئرمین اور وزیر قانون خود قانونی معاملہ سلجھائیں گے۔

حکومت کا مولانا سمیع الحق سے یہ بھی فیصلہ ہوا کہ وہ ہر ترمیم پر مفصل اظہار خیال بھی کر سکیں گے ــــ چنانچہ مولانا نے سینٹ میں اپنی اہم ترامیم پر مدلل گفتگو اور مفصل خطاب کیا۔ اور وزیر قانون نے سینٹ میں یہ بیان دیا کہ مولانا سمیع الحق نہ صرف یہ کہ شریعت بل کے محرک ہیں بلکہ اسلامی جمہوری اتحاد کے مرکزی قابل احترام راہنما ہیں، ان کی شریعت بل کے سلسلہ میں اور آئی جے آئی کے لیے عظیم خدمات ہیں، ان کی ترامیم اور مشوروں سے راہنمائی لینا ہم اپنا فرض سمجھتے ہیں اور میں انہیں وزیر اعظم کی طرف یقین دلاتا ہوں کہ ایک مشترکہ کمیٹی جس میں یقیناً خود مولانا سمیع الحق بھی شامل ہوں گے، آئندہ چل کر شریعت بل کے سلسلہ میں ان کی مثبت تجاویز و ترامیم سے راہنمائی حاصل کرے گی اور مزید قانون سازی کے دوران کسی نہ کسی طرح ان ترامیم کو سمو دیا جائے گا۔“

مولانا سمیع الحق نے اٹھ کر کہا کہ میرا مقصد محاذ آرائی نہیں ہے اور بل کی خامیوں کی طرف توجہ دلانا میرا فریضہ تھا اور الحمد للہ کہ ریکارڈ پر ساری چیزیں آگئیں۔ تاہم یہ امر نہایت قابل افسوس ہے کہ ایوان میں موجود اہم دینی اور سیاسی جماعتوں نے مولانا کی ترامیم کے دوران کسی دلچسپی اور گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا ــــ سینٹ جو پورے ملک کا نمائندہ جمہوری ادارہ ہے، جہاں صرف مولانا سمیع الحق عملاً نفاذ شریعت تڑپتے اور لڑتے رہے اور آخری امکان تک اتمام حجت کرتے رہے، کا مثالی کردار بجا طور پر انہیں ”لاکھوں میں ایک“ کے مقام انفرادیت کی رفعتوں پر پہنچاتا ہے۔

مولانا سمیع الحق کی ہر ترمیم کے بعد جب وزیر قانون انہیں یقین دہانی کراتے رہے اور اپوزیشن کے دیگر ارکان کی ترامیم کو بے دھڑک مسترد کیا جانے لگا تو پی پی پی کے اقبال حیدر ایڈووکیٹ نے احتجاج کیا اور کہا یہی تو ملائیت اور تھیاکریسی ہے۔ جو ہم پر مسلط کی جا رہی ہے کہ مولانا سمیع الحق کی ترامیم کے پریشر میں آکر انہیں بار بار یقین دلایا جاتا ہے اور ہم سے کوئی وعدہ کیے بغیر ہماری ترامیم مسترد کر دی جاتی ہیں۔ ایوان میں آئی جے آئی کے بزرگ رکن جناب حسن اے شیخ شریعت بل کے آغاز ہی سے شریعت کے نام سے بدکتے ہیں اور موقع بہ موقع مولانا سمیع الحق سے الجھتے رہتے ہیں۔ مولانا سمیع الحق کے ترامیم پیش کرنے کے دوران بھی موصوف نے نہایت بے صبری اور تلملاہٹ کا مظاہرہ کیا اور ہر بار ان کی تقریر میں مداخلت کی۔ مولانا سمیع الحق نے کہا کہ جب اپوزیشن کی جانب سے اسلام کے خلاف استہزاء اور تحقیر آمیز تقریریں ہوتی ہیں تو حسن اے شیخ بڑے ٹھنڈے دل سے مطمئن رہتے ہیں کہ ان کے دل کی بات ہو رہی ہوتی ہے مگر جب میں اسلام کی بات کرتا ہوں تو ان پر دورے پڑنے لگ جاتے ہیں۔

ایوان میں موجود اہم دینی اور سیاسی جماعتوں نے مولانا کی ترامیم کے دوران کسی دلچسپی اور گرمجوشی کا اظہار نہیں کیا

حسن اے شیخ بزرگ آدمی ہیں اور عمر کے اس حصے میں ہیں جہاں ان سے یہ حرکتیں اور جسارتیں غیر متوقع بھی نہیں۔ چنانچہ انہوں نے بڑبڑاتے ہوئے کہا کہ ”مولانا سمیع الحق کے آباؤ اجداد پاکستان کے مخالف تھے، کانگریسی تھے، اور اب انہوں نے بھی شریعت بل کی صورت میں پاکستان دشمنی کا پورا مظاہرہ کیا ہے اور پاکستان چاہنے والوں سے انتقام لے لیا ہے۔“